شانِ محمدی ﷺ کے مظاہر۔آیاتِ قسم کے تناظر میں

سعید احمد سعیدی*
حافظ عرفان اللہ**

یہ کائنات مالک حقیقی کے امر "کن" کا اظہار ہے۔اس رب لم یزل نے جب تخلیق جہاں کا ارادہ فرمایا تو امر فرمایا "کن !" اور یوں یہ عالم ارضی و سماوی عدم سے وجود کی نعمت سے ہم کنار ہوئے۔ارشاد خداوندی ہے:

" إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (۱)

قرآن حکیم میں اللہ جل مجدہ نے امر "کن" سے تخلیق کردہ ان مظاہر کی قسم کھائی ہے۔ کہیں سورج اور چاند کی قسم ہے تو کہیں زمین اور آسمان کی، کہیں قلم اور اس کے ماہ پاروں کی قسم ہے تو کہیں لوح محفوظ کی، کہیں تین و زیتون کی قسم ہے تو کہیں طورِ سیناء کی، کسی جگہ شب و روز کی قسم ہے تو کسی جگہ روشنی و تاریکی کی، کسی مقام پر فرشتوں کی قسم ہے تو کسی مقام پر مختلف النوع ہواؤں کی۔یقیناً قسم مُقسَم بہ (جس چیز کی قسم کھائی گئی ہو) یا مُقسَم علیہ (جواب قسم/جس چیز کے لیے قسم کھائی گئی ہے) کی شان و عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔قرآن کی قسموں کے اس اسلوب کو دیکھتے ہوئے انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جب اللہ رب العزت نے ان اشیاء کی قسمیں کھائی ہیں جو اس کے امر "کن" سے معرض وجود میں آئیں جو بلاشبہ ان اشیاء کے عظیم الشان ہونے کا اظہار ہے، تو حضرت انسان جسے اللہ تعالیٰ نے "خلقته بيدى" (۲) اور "نفخت فيه من روحى" (۳) کا تاج عطا فرمایا ہو اس کی عظمت و شان کا اندازہ کوئی لگائے گا تو کیسے، اس کے مراتب کی بلندیوں کو کوئی کس طرح پہنچ سکتا ہے جسے "لقد خلقنا الانسان فى احسن تقويم" (۴) کی خلعت فاخرہ عطا کی گئی ہو۔یہ ساری عظمتیں اور رفعتیں تو عام انسان کے لیے ہیں،اور اگر ہم اس ہستی کے متعلق سوچیں جو وجہِ تخلیق کائنات ہے، جسے "وما ارسلناک الا رحمة للعالمين" (۵) کا محبتوں بھرا انعام عطا فرمایا گیا ہو، جسے "ورفعنا لک ذکرک" (۶) کی رفعت یگانہ سے نوازا گیا ہو، جسے شاہد و مبشر ہونے کا شرف عطا فرمایا گیا ہو، جس کے سر پر سراجا منيرا (۷) کا تاج زیبا سجایا گیا ہو، جسے انا اعطيناک الکوثر (۸) کے ذریعے ہر طرح کی خیر کثیر کا سندیسہ دے دیا گیا ہو، جسے ما ودعک ربک وما قلىٰ (۹) جیسا اپنایت سے بھرپور پیغام بھیجا گیا ہو، جسے اسرىٰ بعبده (۱۰) کے ذریعے تحفہ عبدیت عطا فرمایا گیا ہو، جسے وما رميت اذرميت ولكن الله رمى (۱۱) جیسی نعمت مرحمت فرمائی گئی ہو، جسے قد جاءكم برهان من ربكم (۱۲) کی شان دی گئی ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس کے متعلق فرمایا گیا ہو "ولكن رسول الله و خاتم النبيين" (۱۳) اسکی رفعت شان کا کوئی اندازہ لگائے تو کیسے ،اس کے بلند مقام تک کوئی نگاہ دوڑائے تو کیوں کر بس انسان یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے کہ: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

زیرِ نظر مقالہ میں ہم نبی کریم ﷺ کے علو مرتبت ،رفعت ذکر، تحفظ ناموس، محبوبیتِ کبریٰ اور دیگر پہلوؤں کے حوالہ سے اٹھائی گئی الُوہی قسموں کا تذکرہ کریں گے۔

---

* چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ و عربی، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔
** پی ایچ ڈی سکالر، علومِ اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور پاکستان۔

اللہ جل مجدہ نے قرآنِ مجید میں اپنے محبوب مطلق، محمد عربی ﷺ کی شان نہایت عمدہ اسلوب سے بیان فرمائی۔ دیگر انبیاء کے اسماء گرامی سے ان کو مخاطب کرکے فرمایا "یا نوح" کہیں فرمایا "یا ابراہیم" کبھی فرمایا "یا موسیٰ" الغرض ان انبیاء کے نام ذکر کیے لیکن نبی کریم ﷺ کے ذاتی اسم کے ساتھ "یا محمد ﷺ" کہہ کر ندا نہیں دی بلکہ "کہیں فرمایا "یاایھاالرسول" کہیں فرمایا "یاایھاالنبی" کہیں فرمایا "یا ایھا المزمل "اور کہیں "یا ایھا المدثر"۔ یہ اس مالکِ کائنات کا اسلوب محبت ہے کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کے بارے میں باتیں کرنے والے دشمنانِ اسلام کو خود جواب عطافرمائے۔اسی طرح یہ بھی الفت کا انداز ہے کہ نبی کریم ﷺ کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو آداب بھی سکھائے۔ بعینہٖ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے مقامِ رفیع کو واضح فرمانے کے لیے ان کی قسمیں کھائیں، کہیں آپ کو مقسم بہ بنایا اور کہیں مقسم علیہ۔ذیل میں ہم قرآن مجید کی ان آیات کا مطالعہ کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہونے جارہے ہیں۔و باللہ التوفیق

۱) رسالت مآب ﷺ کی مبارک زندگی کی قسم

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ (١٤)

(اے محبوب) آپ کی زندگی کی قسم یہ (اپنی طاقت کے نشہ میں) مست بہکے بہکے پھر رہے ہیں۔

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی گئی ہے۔اور آپ کی حیات طیبہ کو مقسم بہ کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔امام قرطبیؒ رحمۃاللہ علیہ (م۶۷۱ھ) اپنی معروف تفسیر الجامع لأحکام القرآن میں یوں رقمطراز ہیں:

"وأصله ضم العين من العمر ولكنها فتحت لكثرة الاستعمال. ومعناه وبقائك يا محمد. وقيل: وحياتك. وهذا نهاية التعظيم وغاية البر والتشريف. قال أبو الجوزاء: ماأقسم الله بحياة أحد غير محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لأنه أكرم البرية عنده" (١٥)

(عمر کا لفظ اصل میں عین کی پیش کے ساتھ ہے لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے عین کو زبر دے دی۔اس کا معنی ہے آپ کی بقاء کی قسم۔یہاں عمر سے مراد حیات بھی لی گئی ہے یعنی "اے محبوب !آپ کی زندگی کی قسم۔یہ نہایت درجہ کی تعظیم ہے، غایت درجہ کی اللہ کی مہربانی اور کرم نوازی ہے۔ابوالجوزا کا کہنا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کے علاوہ کسی اور کی زندگی کی قسم نہیں کھائی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ ﷺ تمام مخلوق سے بڑھ کر معزز و محترم ہیں)

اسی مفہوم کی تفسیر امام محمد بن عمر، فخر الدین رازی رحمۃاللہ علیہ (م۶۰۴ھ) (۱۶) اور امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃاللہ علیہ (م۹۱۱ھ) سے بھی منقول ہے (۱۷) علامہ قرطبیؒ نے تو علامہ قاضی عیاض بن موسی بن عیاض رحمہ اللہ (م۵۴۴ھ) کے حوالے سے اہل تفسیر کا اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی مدت حیات کی قسم کھائی ہے۔لکھتے ہیں:

"هكذا قال القاضي عياض: أجمع أهل التفسير في هذا أنه قسم من الله جل جلاله بمدة حياة محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(١٨)

رحمۃ للعالمین ﷺ کی عمر مبارک کی تین جہات ہیں (۱) باعتبار خلقت یعنی سب سے پہلے آپ کے نور کی تخلیق کی گئی اور یہ مدت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا (۲) باعتبار ولادت یہ تریسٹھ سال ہے (۳) باعتبار بعثت۔یہ تئیس سال ہے۔گویا کہ

اللہ تعالیٰ فرمارہاہے "اے محبوب گرامی !آپ کی مبارک عمر کے ایک ایک لمحہ کی قسم ہے۔

۲) ربوبیت کی نسبت۔ذاتِ رسالت مآب ﷺ کی طرف

۱- فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۱۹)

(اے مصطفیٰ !) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا ان کے درمیان پھر نہ پائیں اپنے نفسوں میں تنگی اس سے جو فیصلہ آپ نے کیا اور تسلیم کر لیں دل و جان سے

اس آیت میں لفظ "ربک" (آپ کا رب) مقسم بہ ہے جبکہ "لایؤمنون" جواب قسم یا مقسم علیہ ہے۔علامہ محمود بن عمر ،جاراللہ زمخشری (م ۵۲۸ھ) لکھتے ہیں :

فَلا وَرَبِّكَ معناه فو ربك كقوله تعالى فَوَ رَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ ولا مزيدة لتأكيد معنى القسم،كما زيدت في: (لِئَلَّا يَعْلَمَ) لتأكيد وجود العلم.ولا يُؤْمِنُونَ جواب القسم(۲۰)

(فَلا وَرَبِّكَ "کا معنی ہے" فوربک "(یعنی آپ کے رب کی قسم !) جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے لا یہاں قسم کے معنی میں تاکید پیدا کرنے کے لیے زائدہ ذکر کیا گیا ہے۔جس طرح "لِئَلَّا يَعْلَمَ" میں وجود علم کی تاکید کے لیے لا زائدہ ہے اور "لا يُؤْمِنُونَ" جواب قسم ہے۔)

عمومی طور پر قسم مقسم بہ کی عظمت شان کے اظہار کے لیے ذکر کی جاتی ہے۔اس آیت مبارکہ میں مقسم بہ "ربک" آپ کا رب ،اللہ جل مجدہ کی شان تو پہلے ہی ہر قسم کے نقص سے بلند و بالا ہے۔یہاں اصل میں مقسم علیہ یعنی نبی کریم ﷺ کی عظمتِ شان کا اظہار ہے ،آپ ﷺ پر ایمان لانے ،آپ کے ہر فیصلے میں آپ کی اتباع کرنے پر ایمان کو مشروط قرار دیا گیا ہے۔لہٰذا یہاں قسم کا تعلق نبی کریمؐ کی رفعت منزلت کے ساتھ ہوگا۔سامی عطا حسن لکھتے ہیں :

" أن إنشاء القسم يتضمن الإخبار عن تعظيم المقسم به ، فهو نفي لذلك الخبر الضمني على سبيل الكناية . والمراد : أنه لا يعظم بالقسم ، لأنه في نفسه عظيم ، أقسم به أولا ، ويترقى من هذا التعظيم إلى تأكيد المقسم عليه ، إذ المبالغة في تعظيم المقسم به ، تتضمن المبالغة في تعظيم المقسم عليه" (۲۱)

مزید لکھتے ہیں : "إذ المبالغة في تعظيم المقسم به تتضمن المبالغة في تعظيم المقسم عليه" (۲۲)
کیونکہ مقسم بہ کی تعظیم میں مبالغہ مقسم علیہ کی تعظیم میں مبالغے کو شامل ہوتا ہے۔

۲- فَوَ رَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عما كانوا يعملون (۲۳)

پس آپ کے رب کی قسم ! ہم پوچھیں گے ان سب سے ان اعمال کے متعلق جو وہ کیا کرتے تھے

۳- فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (۲٤)

سو (اے محبوب !) تیرے رب کی قسم ! ہم جمع کریں گے انہیں اور شیطانوں کو بھی پھر حاضر کرینگے ان سب کو جہنم کے ارد گرد کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے۔

مذکورہ بالا تینوں قسموں میں اگرچہ نبی کریم ﷺ نہ مقسم بہ ہیں اور نہ ہی مقسم علیہ لیکن ان آیات میں لفظ رب جو کہ مقسم بہ ہے کی اضافت "ک" ضمیر خطاب کی طرف ہے جس کا معنی ہے "تیرے رب کی قسم "اس اضافت کے اندر جو اظہار

محبت کی لطافت ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں۔علامہ ، عبداللہ بن عمر بیضاوی رحمہ اللہ (م ۶۸۵ھ) نے اسی پہلو کی طرف اشارہ فرمایا:

"أقسم باسمه تعالى مضافا إلى نبيه تحقيقا للأمر وتفخيما لشأن رسول الله ﷺ)" (۲۵)

(اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کی اضافت اپنے نبی کی طرف کرکے قسم کھائی ہے کہ یہ امر ثابت ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کی شان کی بلندی کو واضح کیا جاسکے۔)

بادی النظر میں اگر رب العالمین کی قسم کھائی جائے تو اس میں عظمت الوہیت کا زیادہ اظہار ہوتا ہے۔یہاں قسم تو ربوبیت کی ہی کھائی گئی مگر یہاں خالق کائنات نے اپنی ربوبیت کی نسبت اپنے محبوب مطلق کی طرف فرما کر اس حقیقت کو بیان فرمادیا کہ محبوب! پہلے میں تیرا رب ہوں اور پھر آپ کی نسبت سے عالمین کا رب ہوں۔یہ اسلوب قرآن کریم میں متداول ہے مثلاً

و اذقال ربک للملائکة انی جاعل فی الارض خلیفة (۲۶)

اور جب آپ کے رب نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے لگا ہوں۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ربوبیت کی نسبت پہلے اپنے محبوبؐ کی طرف فرمائی اور پھر فرشتوں کا تذکرہ ہوا اور پھر اس کے بعد خلافت آدم کا ذکر ہے۔اس سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ مظہرِ شانِ لولاك، وجہِ تخلیق کائنات رحمۃ للعالمین ہیں۔مذکورہ بالا دونوں آیات میں مقسم علیہ احوال قیامت ہیں کہ ضرور ان کو میدان محشر میں جمع کیا جائے گا اور ان سے سوال ہوگا، گویا کہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ محشر کا سارا نظام بھی نبی رحمتؐ کے گرد گھوم رہا ہوگا۔

۳) قرآن حکیم کی قسم اور رسالتِ محمدیہ کا اثبات

یٰس وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۲۷)

اے سیّد (عرب و عجم) قسم ہے قرآن حکیم کی بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں (یقیناً) آپ راہ راست پر ہیں۔

"قال سعيد بن جبير: هو اسم من أسماء محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ودليله" إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ"قال السيد الحميري:يا نفس لا تمحضي بالنصح جاهدة ... وعلى المودة إلا آل ياسين وقال أبو بكر الوراق: معناه يا سيد البشر" (۲۸)

(حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا ہے کہ " یٰسین " حضرت محمد ﷺ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔اس معنی کی دلیل" إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ " ہے سید حمیری نے کہا ہے"اے نفس تو کسی کے ساتھ خالص دوستی اور تعلق محبت قائم نہ کر سوائے آل یاسین کے (یعنی نبی کریم ﷺ کی آل کے) "ابو بکر ورّاق نے فرمایا ہے کہ یٰسین کا معنی ہے "سید البشر")

تفسیر قرطبیؒ میں حضرت علیؓ سے مروی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ "یٰسین" نبی کریم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے:"ذكر الماوردي عن علي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول" إن الله تعالى أسماني في القرآن سبعة أسماء محمد وأحمد وطه ويس والمزمل والمدثر وعبد الله"(۲۹)

علامہ محمود ابن عبد اللہ، شہاب الدین آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ) نہایت عمدہ نکتہ بیان فرماتے ہیں:

"إن قوله سبحانه يٰس إشارة إلى سيادته عليه الصلاة والسلام على جميع المخلوقات فالسيد المتولي للسواد أي الجماعة الكثيرة وهي هاهنا جميع الخلق فكأنه قيل : يا سيد الخلق وتوليته عليه الصلاة والسلام عليهم لأنه الواسطة العظمى في الإفاضة والامداد وفي الخبر : الله تعالى المعطي وأنا القاسم فمنزلته صلّى الله عليه وسلم من العالم بأسره بمنزلة القلب من البدن فما ألطف افتتاح قلب القرآن بقلب الأكوان " (۳۰)

(اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد "یٰسین "آپ ﷺ کی تمام مخلوقات پر سیادت کی طرف اشارہ ہے۔آپ جمیع خلق کے سردار ہیں۔گویا کہ کہا گیا ہے "اے مخلوق کے سردار اور متولی! کیونکہ آپ ﷺ فیض پہنچانے اور امداد میں واسطہ ء عظمیٰ ہیں۔حدیث مبارک میں ہے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔نبی کریم ﷺ تمام کائنات کے لیے ایسے ہی ہیں جیسے جسم میں دل ہوتا ہے۔کیا لطافت ہے کہ قرآن مجید کے دل (سورہ یسین) کا آغاز اس ہستی (نبی کریم ﷺ) کے ذکر سے ہوا جو تمام کائنات کا دل ہے۔)

اس آیت میں اللہ جل مجدہ نے قرآن حکیم کی قسم کھا کے نبی کریم ﷺ کی رسالت پر مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے "کفارِ مکہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور طرح طرح کے الزامات اور استحالے پیش کرتے تھے یہاں خداوندِ عالم قسم اٹھا کر اپنے رسول کی رسالت کی شہادت دے رہے ہیں۔فرمایا اے انسان کامل ! یا اے عرب وعجم کے سردار ! مجھے اس قرآنِ حکیم کی قسم ہے کہ آپ برگزیدہ انسانوں میں سے ہیں، جن کو میں نے رسالت سے سرفراز فرمایا ہے اور مجھے قرآنِ حکیم کی قسم ہے کہ آپ سیدھے راستے پر گامزن ہیں" (۳۱)

۴) "النجم" کی قسم اور رسالت مآب ﷺ کے علوِ مرتبت کا اظہار

۶-وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى أَفَتُمَارُونَهُ عَلَى مَا يَرَى وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى(۳۲)

قسم ہے اس (تابندہ) ستارے کی جب وہ نیچے اترا تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہِ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے،انہیں سکھایا ہے زبردست قوتوں والے نے ،بڑے دانا نے، پھر اس نے (بلندیوں کا) قصد کیا اور وہ سب سے اونچے کنارہ پر تھا، پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا پس وحی کی اللہ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف جو وحی کی نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفیٰ) نے۔کیا تم جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا، سدرۃ المنتھیٰ کے پاس،اس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا،نہ درماندہ ہوئی چشمِ (مصطفیٰ) اور نہ (حدِ ادب سے) آگے بڑھی، یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

یہاں نجم مقسم بہ ہے اور اس کے بعد والی آیات جواب قسم یا مقسم علیہ ہیں۔"النجم" سے کیا مراد ہے؟ مفسرین نے مختلف مراد ذکر کی ہیں،علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ "اس سے مراد ابن عباس کی روایت کے مطابق ثریا ہے۔۔۔مجاہد کے نزدیک نجم سے مراد قرآن ہے۔۔۔حضرت حسن کی روایت کے مطابق یہاں نجم سے مراد ستارے ہیں جب قیامت کے روز گر جائیں گے

۔۔۔سدی کے نزدیک نجم سے مراد زہرہ ستارہ ہے ،ایک قول کے مطابق نجم سے مراد ان ستاروں سے بھی ہے جو ولادت نبوی کے وقت سے شیاطین کو مارے جاتے ہیں ۔۔۔حضرت امام جعفر صادق کی روایت کے مطابق یہاں نجم سے مراد خود نبی کریم ﷺ ہیں ،جب معراج کی رات آپ ﷺ آسمان سے نیچے تشریف لائے (توآپ کو نجم کہہ کر قسم کھائی گئی) " (۳۳)اگر نجم سے مراد نبی کریم ﷺ ہوں تو یہاں مقسم بہ اور مقسم علیہ دونوں سے نبی کریم ﷺ کی علو شان کا اظہار ہو رہا ہے۔

قسم کھا کے فرمایا گیا کہ نبی کریم ﷺ علیہ وسلم راہ حق پر ہیں ان کی طرف گمراہی کی نسبت کرنا نہایت کم عقلی کی بات ہے۔ان کی طرف غلط افکار و نظریات کی نسبت کرنا اصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی نسبت کرنا ہے کیوں کہ وہ تو اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں۔یہ تو وحیِ الٰہی ہے جسے وہ لوگوں کے سامنے تلاوت کرتے ہیں۔ان پر اس طرح کے الزام لگانا کسی طور پر بھی سمجھ داری نہیں "تم ان کے ماضی سے ،ان کے خاندانی پس منظر سے ،ان کے اطوار واحوال سے اور سیرت و کردار سے اچھی طرح واقف ہو۔ان کا بچپن تمہارے سامنے گزرا،ان کا عہد شباب اسی ماحول میں اور تمہارے اس شہر میں بسر ہوا۔انہوں نے تمہارے ساتھ اور تمہارے سامنے کاروبار بھی کیا ،سماجی ،قومی اور ملکی مسائل میں تم ان کی فراست کے چشم دید گواہ ہو۔ان کی کتابِ زیست کا کون سا باب ہے جو تم سے پوشیدہ ہے ،کون سا ورق ہے جو تم سے مخفی ہے ،ان کی ساری زندگی شبنم کی طرح پاکیزہ ،پھول کی طرح شگفتہ اور آفتاب کی طرح بے داغ ہے تو تمہیں ان پر ضلالت و غوایت کے الزام لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔کتنا بارعب ،حسین اور مدلل انداز بیان ہے۔" (۳۴)

شدید القویٰ اور مابعد آیات کے فاعل اور ضمیر کے مرجع میں اختلاف ہے ،ایک قول کے مطابق شدید القویٰ سے مراد جبریل ہیں ،فاستویٰ کا فاعل بھی جبریل ہیں ،اسی طرح دنا اور تدلیٰ کا فاعل بھی جبریل ہیں ،اوحی کا فاعل بھی جبریل ہیں۔ (۳۵)

ان آیات کے متعلق دوسری رائے کا ذکر کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری (م ۱۹۹۸ء) لکھتے ہیں "علمہ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے ،شدید القویٰ اور ذو مرۃ اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ جو زبردست قوتوں والا ،دانا ہے ،اس نے اپنے نبی کریم کو قرآن کی تعلیم دی۔۔۔فاستویٰ کا فاعل نبی کریم ہیں یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قصد فرمایا جب کہ آپ سفر معراج میں افق اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے۔۔۔اس حالت قرب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے پر وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔اس حریم ناز میں صفاتی تجلیات اور ذاتی انوار کا جو مشاہدہ بے تاب نگاہوں نے کیا ،دل نے اس کی تصدیق کی اور تمہارا یہ جھگڑا کہ یہ دیکھا وہ نہیں دیکھا محض بے سود ہے ،دکھانے والے نے جو دکھانا تھا دکھا دیا۔دیکھنے والے نے جو دیکھنا تھا وہ جی بھر کے دیکھ لیا اب تم بے مقصد بحثوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔یہ نعمتِ دیدار فقط ایک بار نصیب نہیں ہوئی ،بلکہ اترتے ہوئے دوسری بار بھی نصیب ہوئی۔یہ دوبارہ شرفِ دید سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہوا۔اس حقیر پر تقصیر کے نزدیک یہی قول راجح ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔" (۳۶)

پیر صاحب نے اس کے بعد ان وجوہ کا تذکرہ بڑی جامعیت کے ساتھ کیا ہے لیکن ہم طوالت سے بچتے ہوئے ان سے صرف نظر کرتے ہیں۔ان افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہو یا حضرت جبریل ،مقسم بہ سے مراد نبی ﷺ ہوں یا کچھ اور بہر صورت نبی کریم ﷺ کی فضیلت و شرف کا اظہار ہے ،ایک تو نبی ﷺ سے ضلال و غوایت کی نفی ہے ،دوسرا اپنی خواہش سے نطق کی نفی ہے اور تیسرا آپ کی طرف جو وحی نازل ہو رہی ہے یہ اللہ جل مجدہٗ کا کلام لاریب ہے ،بعد ازاں معراج کے اہم موقع پر جن انعاماتِ عظمیٰ سے آپ کو نوازا گیا ان کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

۵) لوح و قلم کی قسم اور انعامات وفیوضاتِ ربانیہ کا نزول

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ (۳۷)

ن، قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں، آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں اور یقیناً آپ کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔

"ن "حروف مقطعات میں سے ہے۔ اہل تفسیر نے اس کی مختلف تفاسیر کی ہیں ہم ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے مقسم بہ اور مقسم علیہ پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ ان آیات میں مقسم بہ القلم اور لکھی جانے والی چیزیں ہیں۔ بعض اہل علم نے قلم سے مراد وہ قلم مراد لیا ہے جس کو اللہ جل مجدہ نے ابتداءِ آفرینش میں پیدا فرمایا اور "مایسطرون "سے مراد لوح محفوظ پر لکھی جانے والی تقدیر ہے۔ لیکن اہل علم کے ایک بڑے گروہ نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ یہاں قلم سے مراد جنس قلم ہے اور " ما یسطرون "سے مراد وہ شہ پارے ہیں جو قلم کے ذریعے کاغذ کی زینت بنتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد یوں لکھتے ہیں:

"الظاهر أنه جنس القلم الذي يكتب به كقوله ‘‘ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ . فهو قسم منه تعالى، وتنبيه لخلقه على ما أنعم به عليهم من تعليم الكتابة التي بها تنال العلوم" (۳۸)

(ظاہر بات یہ ہے کہ قلم سے مراد جنس قلم ہے جس سے لکھتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا" یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قسم ہے اور اپنی مخلوق کو اس نعمت پر آگاہ کرنا مقصود ہے جو اسے تعلیم کتابت کی صورت میں عطا فرمائی، جس کے ذریعے علوم حاصل کیے جاتے ہیں۔)

جواب قسم یہ ہے "مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ"۔ قلم اور قلم کے جواہر پاروں کی قسم ذکر کرنے کے بعد جواب قسم کا ذکر کیا گیا ہے کہ ایک تو اللہ کریم کے فضل و کرم کی برکھا ہر دم ان پر برس رہی ہے، اس مالک لم یزل کے لامتناہی لطف و عنایت کی چادر ہر وقت ان پر سایہ فگن رہتی ہے۔ ان کی پر مغز اور علم و حکمت سے لبریز باتیں گواہی دیتی ہیں کہ یہ دیوانے اور مجنوں نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کے لیے اجر کا ایسا اکاؤنٹ کھل گیا ہے جس کا بیلنس کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ بلکہ یہ آپ کے وصال مبارک کے بعد بھی جاری و ساری رہے گا۔ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں " مقصد یہ ہے کہ اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ پر حضور کا قبضہ ہے، یہ سب زیر فرمان ہیں، یہ سب مرکب (سواری) ہیں، حضور ان کے راکب (سوار)و شہسوار ہیں ۔اس لیے حضور کو ان امور کے لیے کسی تکلف اور بناوٹ کی ضرورت نہیں۔ آفتابِ ذاتِ محمدی سے صفات محمدیہ اور کمالات احمدیہ کی کرنیں خود بخود پھوٹتی رہتی ہیں"۔ (۳۹)

یہاں قسم، مقسم علیہ کے مقامات بلند سے پردہ سرکا رہی ہے اور نبی کریم ﷺ کی اس حیثیت سے روشناس کروا رہی ہے جو اللہ رب العزت کی بارگاہ عالیہ میں ہے۔ جب کفار نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں زبانِ طعن دراز کی اور آپ پر مجنون ہونے کی پھبتی کسی، تو اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر اپنے محبوب پر اپنی کرم نوازی کا تذکرہ کیا اور کفار کا رد بلیغ فرمادیا۔ علامہ رازی لکھتے ہیں کہ

فقالوا : إنه لمجنون ، فأقسم الله تعالى على أنه ليس بمجنون – وقال عطاء وابن عباس : يريد بنعمة ربك

عليك بالإيمان والنبوة (٤٠)

(جب انہوں نے کہا کہ وہ (نبی ﷺ) مجنون ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی کہ آپ مجنوں نہیں۔اس کا معنی یہ ہے آپ پر ہونے والی اللہ کی نعمت کی بناء پر آپ سے جنون کی نفی ہو جاتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "آپ الحمد للہ عقلمند ہیں، آپ الحمد للہ مجنون نہیں ہیں، آپ اللہ کی نعمت کی وجہ سے سمجھ دار ہیں، آپ اللہ کی نعمت کی بناء پر تنگدست نہیں ہیں۔اس کا معنی یہ ہے کہ یہ عمدہ صفت حاصل ہے اور مذموم صفت اللہ کے انعام، لطف اور اکرام کے واسطہ سے زائل ہوئی ہیں۔عطاء اور ابن عباس نے فرمایا کہ (یہاں) نبی کریم ﷺ پر اللہ کی نعمت سے مراد ایمان اور نبوت ہے)

پیر محمد کرم شاہ الازھری، انتہائی بلیغ انداز میں کچھ یوں رقمطراز ہیں:

> "کفار و مشرکین، حضور سرور عالم ﷺ پر جنون کا بہتان لگاتے تھے ان کے اس جھوٹے الزام کی تردید خود خالق دو جہاں قسم اٹھا کر کر رہا ہے۔فرمایا: قسم ہے قلم اور "مایسطرون" کی۔اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس ذات پاک کے بارے میں یہ ایسی لغو باتیں کرتے ہیں وہ تو ایسی ستودہ صفات ہستی ہے کہ قلم کو اس کی تعریف و ثناء سے فرصت نہ ملے گی وہی تحریریں علمی دنیا کے لیے باعث افتخار ہوں گی جن میں محبوب دلربا کا ذکر پاک ہوگا۔اس پر تو اس کے رب نے فضل و کرم فرمایا ہے اس کے روئے زیبا کو دیکھ کر آنکھیں روشن ہوتی ہیں اس کی حکمت بھری باتیں سن کر دلوں میں بہار آ جاتی ہے۔بدبخت، اس کی صحبت میں پل برابر بیٹھیں تو انہیں ابدی سعادت کا تاج پہنا دیا جاتا ہے۔اس کے نام مبارک پر سر کٹا دیتے ہیں انہیں حیات سرمدی سے سرفراز کرکے شہادت کے منصب عالی پر فائز کیا جاتا ہے۔ہر سچائی، ہر صداقت کے لیے اس کا قول و فعل شاہد و عادل تسلیم کیا جاتا ہے۔خود سوچو، جس کا خلق عظیم ہو، جس کا علم بیکراں ہو، جس کا گلشنِ حکمت سدا بہار ہو، جس کی برکات بے شمار اور خوبیاں ان گنت ہوں، جس کی فصاحت و بلاغت کا دنیا بھر میں کہیں جواب ہی نہ ہو، کیا اس کو مجنون کہنا روا ہے؟ جو اس کی مرقع زیبائی و دلبری کو مجنون کہتا ہے اس سے بڑا دیوانہ، اس سے بڑا پاگل کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا"۔(۴۱)

علامہ محمد اقبال (۱۹۳۸ء) نے شاید، نہیں بلکہ یقیناً انہی مبارک آیات کی ترجمانی کرتے ہوئے ارمغان نیاز پیش کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے:

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب　　گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب (۴۲)

۶) عیاں و مخفی اشیاء کی قسم کے ذریعے شعر و کہانت کی نفی

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (٤٣)

> "پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔بے شک یہ قول ہے ایک عزت والے رسول کا اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں (لیکن) تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا قول ہے تم لوگ بہت کم توجہ کرتے ہو۔بلکہ یہ نازل شدہ ہے رب العالمین کا"

ان آیات مبارکہ میں مقسم بہ "ما تبصرون و ما لا تبصرون" ہے یعنی وہ چیزیں جو ہمیں دکھائی دیتی ہیں اور جو چیزیں

ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ جبکہ مقسم علیہ قرآن مجید ہے جو کہ رسول کریم کا قول ہے، جو نہ شاعر ہیں نہ کاہن، وہ وہی بتاتے ہیں جو رب العٰلمین کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔

"ما تبصرون و ما لا تبصرون" سے کیا مراد ہے؟ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

"اقسم بِمَا تُبْصِرُونَ بالبصر أو البصيرة من المظاهر والمعالي لصفات الله تعالى سبحانه.ما لا تُبْصِرُونَ ما لا يدركه الابصار والبصائر من مراتب الصفات والشئونات وذات الله سبحانه وقيل ما تبصرون الدنيا وما لا تبصرون الاخرة وقيل ما تبصرون وما لا تبصرون الأجسام والأرواح أو الانس والجن والملائكة أو النعم الظاهرة والباطنة وقيل ما تبصرون ما أظهره الله من العلم على خلقه من الملئكة والجن والانس وما لا تبصرون ما استأثر الله تعالى بعلمه فلم يطلع عليه أحد" (٤٤)

(اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم کھائی ہے جن کو تم دیکھتے ہو یعنی وہ مظاہر فطرت یا صفات الٰہیہ کی بلندیاں جن تک تمہاری بصارت یا بصیرت کے ذریعے رسائی ممکن ہے۔"مالا تبصرون'' سے مراد اللہ جل مجدہ کی ذات و صفات اور شئونات کے وہ مراتب ہیں جن کا ادراک بصارت یا بصیرت کے ذریعے ممکن نہیں۔ایک قول کے مطابق "ما تبصرون" سے مراد دنیا ہے اور "مالا تبصرون" سے مراد آخرت ہے۔ایک قول کے مطابق "ما تبصرون" سے مراد اجسام ہیں اور "مالا تبصرون" سے مراد ارواح ہیں، "ما تبصرون'' سے مراد انسان اور "مالا تبصرون" سے مراد جن اور ملائکہ ہیں، یا ان سے مراد ظاہری نعمتیں اور باطنی نعمتیں ہیں یا ما تبصرون سے مراد فرشتوں، جنوں اور انسانوں کے متعلق وہ علوم ہیں جو ظاہر ہو چکے ہیں اور "مالا تبصرون" سے مراد وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ خاص ہے اور اس پر ابھی تک کوئی مطلع نہیں ہوا۔)

مذکورہ بالا قسم بیان کرنے کے بعد اللہ جل مجدہ نے نبی کریم ﷺ کی طرف کفار کی جانب سے منسوب کیے گئے ان تمام معائب کی نفی فرمادی۔ گویا کہ اس مالک دوجہاں نے کائنات کی تمام اشیاء کی قسم کھائی۔ چاہے وہ ہمیں دیکھائی دیتی ہوں یا نہ۔اور قسم کھاکر فرمایا کہ میں ان تمام اشیاء کا خالق ان کی قسم کھا کر آگاہ کر رہا ہوں کہ میرے محبوب کی طرف جو عیب منسوب کیے گئے آپ ان سے مبرا و منزہ ہیں۔علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

قال مقاتل: سبب ذلك أن الوليد بن المغيرة قال: إن محمدا ساحر. وقال أبو جهل: شاعر. وقال عقبة: كاهن، فقال الله عز وجل: فَلَا أُقْسِمُ أي أقسم (٤٥)

(مقاتل نے کہا ہے کہ اس قسم کا سبب یہ تھا کہ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ (نعوذ باللہ) محمد ساحر ہیں، ابو جہل نے کہا وہ شاعر ہیں، اور عقبہ نے کہا کہ وہ کاھن ہیں۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: "لا اقسم'' (یعنی میں خدا قسم کھاکے بتا رہا ہوں کہ ان میں اس طرح کا کوئی عیب نہیں۔)

۷) مظاہر کائنات کی قسم اور رسالت مآب ﷺ سے نسبتِ جنون کی نفی

(الف) فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ(٤٦)

پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے تاروں کی (اور قسم کھاتا ہوں) سیدھے چلنے والے، رکے رہنے والے تاروں کی اور رات کی جب وہ رخصت ہونے لگے اور صبح کی جب وہ سانس لے کہ یہ (قرآن) ایک معزز قاصد کا لایا ہوا قول ہے جو قوت والا ہے مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے (سب فرشتوں کا) سردار اور وہاں کا امین ہے اور تمہارا یہ ساتھی مجنون تو نہیں اور بلا شبہ اس نے اس قاصد کو دیکھا روشن کنارے پر اور یہ نبی غیب کی خبریں بتانے میں ذرا بخیل نہیں اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کا قول نہیں۔

یہ پانچ قسمیں کھانے کے بعد فرمایا تمہارا یہ کہنا سراسر باطل ہے کہ یہ قرآن حضور خود گھڑتے ہیں یا کسی انسان سے سیکھ کر لوگوں کو سناتے ہیں بلکہ یہ وہ کلام ہے جو ایک محترم قاصد لے کر آیا ہے اس سے مراد جبریل امین ہیں۔ لانے والے کی شان بیان کرنے کے بعد اس ذات اقدس واطہر کا تذکرہ ہو رہا ہے جس کے پاس جبریل یہ کلام لے کر آیا۔ فرمایا وہ کوئی اجنبی نہیں ہے جس کی گزشتہ زندگی سے تم بے خبر ہو جس کی سیرت و کردار کا تمہیں تجربہ نہ ہو اعلان نبوت سے پہلے چالیس سال کا عرصہ انہوں نے تمہارے ساتھ بسر کیا ہے زندگی کی مختلف منزلیں انہوں نے تمہاری آنکھوں کے سامنے طے کی ہیں۔ تم ان کی دیانت، پاکبازی، اولوالعزمی اور دانائی کے خود گواہ ہو، تم ہوش وحواس میں ہوتے ہوئے ان کو مجنون کہنے کی جرات نہیں کر سکتے (۴۷)

تمہارا انہیں کاہن کہنا سراسر زیادتی ہے کاہن کے پاس تو غیب کا علم ہوتا ہی نہیں۔ اور یہاں تو یہ حال ہے کہ علوم غیبیہ کے خزانے، جو انہیں بخشے گئے ہیں، وہ معارف الٰہیہ جن سے ان کا سینہ معمور ہے وہ تجلیات ربانی جو ان کے قلب منیر پر ہر لحہ نازل ہو رہی ہے یہ ان کو بتانے میں ذرا بخل سے کام نہیں لیتے بلکہ ان کے علوم و معارف کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور ہر تشنہ لب کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ کیا اس بیّن تفاوت کے باوجود تم انہیں کاہن کہہ سکتے ہو (۴۸)

(ب) ذیل میں بھی مظاہر کائنات کی قسم کھائی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ نبی رحمت ﷺ کے احوال و مدارج کے عروج وارتقاء کی بشارت دی گئی ہے۔

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ‌ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ‌ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ‌ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (۴۹)

"میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور جن کو وہ سمیٹے ہوئے ہے اور چاند کی جب وہ ماہ کامل بن جائے تمہیں (بتدریج) زینہ بہ زینہ چڑھنا ہے"

یہاں تین چیزیں مقسم بہ ہیں: ۱۔ شفق۔ ۲رات اور جو کچھ رات نے سمیٹ رکھا ہے ۳۔ چاند جب وہ ماہ کامل بن جاتا ہے۔

"لترکبن" میں خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے جیساکہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ {لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ} حَالاً بَعْدَ حَالٍ قَالَ هَذَا نَبِيُّكُمْ ﷺ. (۵۰)

ان تین چیزوں کی قسم کھانے کے بعد مقسم بہ کا ذکر کیا جا رہا ہے اور وہ ہے نبی کریمؐ کا مختلف احوال سے دوچار ہونا۔ گویا فرمایا گیا اے محبوب! ہمیں ان تین چیزوں کی قسم آپ کے یہ احوال تبدیل ہوں گے۔ یہ مشکلات ظاہری اور عارضی ہیں جو عنقریب اختتام کو پہنچیں گی۔ انجام کار فتح و نصرت آپ کے قدم چومے گی۔ علامہ رازی لکھتے ہیں:

"إنه خطاب مع محمد ﷺ وعلى هذا التقدير ذكروا وجهين أحدهما: أن يكون ذلك بشارة للنبي صلّى الله عليه وسلّم بالظفر والغلبة على المشركين المكذبين بالبعث، كأنه يقول: أقسم يا محمد لتركبن حالا بعد حال حتى يختم لك بجميل العافية فلا يحزنك تكذيبهم وتماديهم في كفرهم" (۵۱)

علامہ قرطبیؒ نے ایک اور پہلو کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"(لتركبن) بفتح الباء خطابا للنبيﷺ أي لتركبن يا محمد حالا بعد حال، قاله ابن عباس. الشعبي: لتركبن يا محمد سماء بعد سماء، ودرجة بعد درجة، ورتبه بعد رتبة، في القربة من الله تعالى " (۵۲)

("لترکبن" ب کی زبر کے ساتھ یہ نبی کریمؐ کو خطاب ہے یعنی اے محمدؐ! ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ضرور سفر کریں گے۔ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ شعبی فرماتے ہیں (اس سے مراد یہ ہے کہ) اے محمد ﷺ !آپ (معراج کی رات) قربت الٰہی کے ضمن میں ،ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر ،ایک درجہ کے بعد دوسرے درجہ پر ،ایک رتبہ کے بعد دوسرے رتبہ پر ضرور تشریف فرما ہوں گے۔)

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ "امام بخاری نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ یہاں خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور یہ مؤقف پوری ایک جماعت سے مروی ہے۔۔۔(۱) مراد یہ ہے کہ آپ قرب کے جن بلند مراتب پر فائز ہیں،ان کے بعد آپ مزید محترم احوال سے مشرف ہوں گے ،(۲) یا مراد یہ ہے کہ آپ نے کفار کی طرف سے جو تکالیف برداشت کیں ہیں اور تبلیغ رسالت میں جن چیزوں کا مشاہدہ کیا(۳) یا حال سے مراد مختلف فتوحات ہیں یعنی آپ فتوحات پہ فتوحات اور کامیابیوں پہ کامیابیاں حاصل کریں گے (۴) یہاں معراج کے بلند مراتب (پر فائز کیے جانے) کی خوشخبری بھی ہو سکتی ہے (۵۳)

۸) نبی امین ﷺ کے جلوہ فرما ہونے کی نسبت سے "بلدِ امین" کی قسم

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ(۵٤)

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی درآں حالیکہ آپ بس رہے ہیں اس شہر میں اور قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی بے شک ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں (زندگی بسر کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔

یہاں پہلی آیت میں مقسم بہ شہرِ مکہ ہے اور تیسری آیت میں مقسم بہ والد اور اولاد ہے۔ یہاں مقسم بہ میں نبی کریمؐ کی شان کا اظہار اس طرح ہے کہ شہرِ مکہ کی قسم اس وجہ سے نہیں کھائی گئی کہ وہ بلد الحرام ہے، یا وہاں دیگر عظیم الشان مقامات ہیں جن کا تعلق جلیل القدر انبیاء کرام کے ساتھ ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کھائی جارہی ہے کہ نبی کریمؐ اس شہر میں جلوہ افروز ہیں۔ تو گویا اصل میں قسم نبی کریم ﷺ کی جلالت شان کے اظہار کے لیے کھائی جارہی ہے جیساکہ مفسرین نے اس کی تصریح کی ہے ۔چنانچہ علامہ قرطبیؒ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے دو وجہیں ذکر فرماتے ہیں :

يجوز أن تكون لا زائدة، قاله الأخفش. أي أقسم، لأنه قال: بِهَذَا الْبَلَدِ قيل: هي نفي صحيح، والمعنى: لا أقسم بهذا البلد إذا لم تكن فيه، بعد خروجك منه. حكاه مكي الْبَلَدِ: هي مكة، أجمعوا عليه. أي أقسم بالبلد الحرام الذي أنت فيه، لكرامتك علي وحبي لك.(۵۵)

یہاں یہ بھی جائز ہے کہ لا زائدہ ہو (نفی کے لیے نہ ہو) اخفش کا یہی کہنا ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس لا کا نفی کے لیے ہونا بھی درست ہے، معنی یہ ہوگا کہ "اے نبی !آپ جب اس شہر سے چلے جائیں گے اور یہاں نہیں ہوں گے تو میں اس شہر کی قسم ہی نہیں کھاؤں گا۔ مکی نے یہی معنی بیان کیا ہے۔ "البلد" سے مراد مکہ ہے اس پر اہل علم کا اجماع ہے معنی یہ ہے کہ میں اس اس حرمت والے شہر کی

قسم کھاتا ہوں جس میں آپ قیام پذیر ہیں۔اس قسم کی وجہ ہماری بارگاہ میں آپ کی عزت اور ہماری آپ کے ساتھ محبت ہے۔

علامہ رازی اس کے ساتھ دوسرے مقسم بہ (یعنی ووالد وماولد) کا مفہوم بھی واضح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

(اس سے مراد مختلف امور ہیں: پہلا یہ کہ آپ اس شہر میں قیام پذیر ہیں یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ نے مکہ کی عظمت اس حوالے سے بیان فرمائی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام وہاں مقیم ہیں۔دوسرا یہ کہ والد سے مراد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام ہیں اور "ماولد" سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔یہاں اللہ تعالیٰ نے مکہ کی قسم جبکہ ابراہیم علیہ السلام شہر مکہ کے بانی ہیں اور اسماعیل علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ اسے آباد کرنے والے ہیں۔) (۵۶)

دنیا میں کتنی ہیں جگہیں ایسی ہیں جو شرف وعزت کی حامل ہیں۔ان بعض جگہوں کا قرآن مجید نے بھی ذکر فرمایا ہے جیسے صفا و مروہ کو شعائر اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے، مسجدِ اقصیٰ کے ارد گرد برکات کا مینہ برستا رہتا ہے اور یہاں شہر مکہ کی قسم کھا کر اس کی عظمت شان بیان کی جارہی ہے۔علامہ بیضاوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یہاں شہر مکہ کی قسم نبی کریم ﷺ کی وہاں اقامت کی بناء پر کھائی گئی ہے کیوں کہ کسی جگہ میں بذات خود کوئی فضیلت نہیں ہوتی بلکہ مکان کی فضیلت اس میں رہنے والے کی وجہ سے ہوتی ہے لکھتے ہیں:

"لا أقسم بهذا البلد وأنت حل بهذا البلد (أقسم سبحانه بالبلد الحرام وقيده بحلول الرسول (صلى الله عليه وسلم) فيه إظهارا لمزيد فضله وإشعارا بأن شرف المكان بشرف أهله" (۵۷)

۹) سورۃ والضحیٰ کی قسمیں اور انعاماتِ ربانیہ کا تسلسل

وَالضُّحَى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى (۵۸)

قسم ہے روز روشن کی اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بدرجہا بہتر ہے اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

ان آیات میں "الضحی" اور "اللیل" مقسم بہ ہے اور بعد والی آیات مقسم علیہ ہیں۔اللہ نے دن (یا چاشت کے وقت کی) اور رات کی قسم کھا کے نبی کریمؐ پر فرمائے جانے والے انعامات کا ذکر کیا ہے کہ آپ کے رب کی آپ پر کرم نوازی نہ ختم ہونے والی ہے۔آپ کے رب نے آپ سے نہ تو نظر رحمت کو دور کیا ہے اور نہ ہی آپ کو زمانے کے رحم کرم پر چھوڑ دیا ہے بلکہ شب و روز کی ان عظیم نشانیوں کی قسم! شب و روز کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں ہمارے فضل و کرم کی برکھا آپ پر نہ برس رہی ہو۔اس لطف و عنایت کا تعلق تو ماضی و حال سے ہے۔لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ ہم مستقبل میں آپ سے نظر رحمت کو پھیر لیں۔بلکہ آنے والے ہر لمحہ میں انعام واکرام میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔اور ایسا کرم رہے گا کہ آپ اپنے پروردگار کی طرف سے کبھی کبیدہ خاطر نہیں ہوں گے۔علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

"ومن لطائف القسم قوله والضحى والليل إذا سجى الآيات أقسم تعالى على إنعامه على رسوله وإكرامه له

وذلك متضمن لتصديقه له فهو قسم على صحة نبوته وعلى جزائه في الآخرة فهو قسم على النبوة والمعاد وأقسم بآيتين عظيمتين من آياته " (٥٩)

(لطائف قسم میں ارشاد باری تعالیٰ "والضحى والليل إذا سجى" اور ان کے بعد والی آیات ہیں۔اللہ تعالیٰ اس انعام واکرام پر قسم کھائی ہے جو اس نے اپنے رسولؐ پر کیا۔یہ قسم اپنے ضمن میں تصدیق رسالت لیے ہوئے ہے۔اور یہ قسم نبی کریمؐ کی صحتِ نبوت،آخرت میں آپ کی جزا عطا کیے جانے کی قسم ہے،یہ قسم نبوت ومعاد پر قسم ہے اول اللہ تعالیٰ نے اپنی دو عظیم نشانیوں کی قسم کھائی ہے۔) (۶۰)

ضحیٰ اور لیل سے مراد مکمل دن اور مکمل رات لینے کی صورت میں ایک لطیف استدلال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اے محبوب مجھے آپ کے گزارے ہوئے دن کے ایک ایک لمحہ کی قسم اور اسی طرح رات کی گزاری ہوئی ایک ایک ساعت کی قسم آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا ہے۔اس طرح مقسم بہ اور مقسم علیہ دونوں کا تعلق نبی کریم ﷺ سے ہو جاتا ہے۔

بعض مفسرین کرام نے ذکر فرمایا ہے کہ یہاں وقت چاشت سے مراد ہر دن کا وقت نہیں بلکہ وہ وقت مراد ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف عطا فرمایا تھا اور رات سے مراد بھی عام رات نہیں بلکہ وہ رات مراد ہے جس میں اللہ کریم جل مجدہ نے نبی کریم ﷺ کو شرف معراج سے شادکام فرمایا تھا۔

"وقال قتادة ومقاتل وجعفر الصادق: أقسم بالضحى الذي كلم الله فيه موسى، وبليلة المعراج. وقيل: هي الساعة التي خر فيها السحرة سجدا."(٦١)

اللہ تعالیٰ نے یہاں دن اور رات کی دو قسمیں کھانے کے بعد نبی کریم ﷺ کے متعلق کفار کے اس غلط پروپیگنڈا کا رد فرمایا جو وہ کر رہے تھے کہ ان کے رب نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔چنانچہ دو قسموں کے ساتھ کلام کو مؤکد کرکے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کو نہ تو چھوڑا ہے اور نہ ان سے ناراض ہوا ہے۔بلکہ اللہ جل مجدہ کی عنایات شب وروز ان پر برس رہیں ہیں وہ ہر وقت اللہ کی نوازشات و محبتوں کے ہالہ میں محصور رہتے ہیں۔ہر اگلی گھڑی پچھلی کی نسبت زیادہ ترقی اور عروج کی طرف رواں دواں ہے۔آپ کا رب حسب سابق آپ پر مسلسل اپنا کرم فرماتا رہے گا اور آپ کو اپنے فضل و کرم سے اتنا نوازے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔علامہ احمد مصطفیٰ مراغی (م ۱۳۷۲ھ) نے بڑے خوبصورت انداز میں ان آیات کی تفسیر کی ہے۔لکھتے ہیں:

أقسم سبحانه لرسوله بآيتين عظيمتين من آياته فى الكون ضحى النهار وصدره والليل وظلامه- إنه ما تركك وما أبغضك ويرفع درجته يوما بعد يوم حتى بلغ الغاية التي لم يبلغها أحد قبله (٦٢)

(اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے کائنات کی نشانیوں میں سے دو بڑی نشانیوں کی قسم کھائی ہے۔ایک چاشت کا وقت اور دن کا ابتدائی حصہ اور دوسرا رات اور اس کی تاریکی (ان اوقات کی قسم کھا کے فرمایا گیا کہ) اللہ تعالیٰ نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ہے جیسا کہ آپ سے کہا جا رہا ہے اور آپ اپنے دل میں ہی اس کے متعلق سوچ رہے ہیں۔پھر ایسی چیز کا ذکر کیا گیا جس سے آپ خوش ہو جائیں اور آپ کا سینہ ٹھنڈا ہو جائے۔اس میں کمال درجہ کا اطمینان اور خوشخبری ہے کہ فرمایا آپ کی ہر آنے والی گھڑی پہلے سے بدرجہا بہتر ہوگی۔یعنی آپ کی حیات کی آئندہ آنے والی ساعتیں،گزری ہوئی گھڑیوں کی نسبت کہیں بہتر ہوں گی،ہر دن آپ کی عزت وشرف میں ایک نئی جہت کی عزت وشرف کا اضافہ ہوتا رہے گا،آپ کی شان بلند ہر دن پہلے سے زیادہ بلند ہوتی رہے گی،اور ہر آن آپ کو ایسی جلالت شان اور رفعت مقام سے نوازوں گا جو پہلی جلالت شان اور

رفعت مقام سے کہیں بڑھ کر ہو گی۔ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ یہ گمان نہ کریں کہ آپ ہمیں پسند نہیں یا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے بلکہ ہماری بارگاہ میں آج زیادہ عزت و تمکنت والے اور ہمارے قرب و وصال سے زیادہ بہرہ مند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے کیا ہوا وعدہ پورا فرمایا اور ان کے مقام کو بلندیوں سے نوازا جاتا رہا اور دن بدن ان کے درجات بلند ہوتے رہے یہاں تک کہ عروج کی اس انتہاء کو پہنچ گئے جہاں آج تک کوئی پہنچ ہی نہیں پایا۔)

مذکورہ بالا تفسیر ان مفسرین کی ہے جنہوں نے ذکر کیا ہے کہ یہاں قسم کا تعلق دن اور رات کے ساتھ ہے اور "الضحی اور اللیل" اپنے حقیقی اور ظاہری معنی میں ہیں جبکہ مقسم علیہ کا تعلق نبی کریم ﷺ سے ہے اور وہ "ما ودعک ربک و ما قلی" اور اس کے بعد والی آیات ہیں۔ یہاں بعض مفسرین کی رائے یہ بھی ہے یہاں "الضحی اور اللیل" اپنے ظاہری و حقیقی معنی میں نہیں بلکہ بطور استعارہ استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ قسم اور مقسم علیہ ہر دو کا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ ہے۔ اس رائے کا ذکر مفسرین کی ایک تعداد نے کیا ہے۔ اس مؤقف کی وضاحت کے لیے یہاں ہم حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) کی تفسیر کا ایک اقتباس نقل کئے دیتے ہیں:

"بعضے از مفسرین چنین گفتہ اند کہ مراد از ضحیٰ روز ولادت پیغمبر ﷺ است و مراد از لیل شب معراج است---
مراد از شب سر آنجناب ﷺ یعنی احوال باطن او کہ غیر از علام الغیوب کسے بر آن مطلع نیست" (۶۳)

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے مذکورہ بالا عبارت کا حسین ترجمہ کچھ یوں کیا ہے:

"بعض مفسرین نے کہا کہ ضحیٰ سے مراد حضور کی ولادت باسعادت کا دن اور لیل سے شب معراج مراد ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ ضحیٰ سے مراد حضور کا رخ انور ہے اور لیل سے زلف عنبریں (جو کہ سیاہی میں رات کی مثل ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دن سے مراد نبی ﷺ کا روز وفات ہے اور رات سے مراد رات بھر آپ کی عبادت میں مشغولیت) اور بعض نے فرمایا کہ ضحیٰ سے مراد نور علم ہے جو آنجناب کو دیا گیا تھا۔ جس کے سبب عالم غیب کے مخفی اسرار بے نقاب اور منکشف ہوئے اور لیل سے مراد حضور کا عفو و در گزر کا خلق ہے جس نے امت کے عیبوں کو ڈھانپ دیا۔ بعض علماء کا ارشاد ہے کہ دن سے مراد حضور ﷺ کے ظاہری احوال ہیں جن سے مخلوق آگاہ ہے اور رات سے مراد حضور ﷺ کے احوال باطن ہیں جن کو علام الغیوب کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا"۔ (۶۴)

الغرض مفسرین کرام نے اپنے اپنے ذوق کے موافق آیات کی تفسیر کی ہے جس سے ایک تو یہ عیاں ہوتا ہے کہ ان مفسرین نے ایسی کسی آیت سے صرف نظر نہیں کیا جس میں نبی کریم ﷺ کی شان کا اظہار ہو رہا ہو وہ چاہے صراحۃً ہو یا کنایۃً، وہ چاہے اشارۃ النص سے ثابت ہو رہا ہو یا اقتضاء النص سے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ان تمام تفاسیر کا ذکر فرما دیا جن کا تعلق شان رحمت عالم ﷺ سے ہے۔

عصری معنویت

قرآن کریم میں ذکر کی گئی قسموں کا بنیادی مقصد بات کی اہمیت سے آگاہ کرنا، مقسم بہ کی رفعت شان سے متعارف کروانا یا مقسم علیہ کے عُلوِّ مراتب سے پردہ اٹھانا ہے۔ چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لیے مختلف قسمیں کھائی گئیں۔ کہیں سورج کی قسم ہے تو کہیں چاند کی کہیں آسمان کی قسم ہے تو کہیں زمین کی، کہیں دن کی قسم ہے تو کہیں رات کی۔ الغرض یہ ایک انداز ربوبیت ہے جسے قرآن میں بیان فرمایا گیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کائنات اس خالق ہر دوسرا کا ایسا شاہکار جو انسان کی توجہ اپنی طرف

مبذول کرواتا ہے اور اس میں قرآن کا یہ انداز قسم اس کی مدد کرتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم میں پروردگارِ عالم نے اپنے محبوب مطلق کے لیے بھی قسمیں کھائی ہیں، کہیں تو مقسم بہ نبی رحمت ﷺ کو بنایا اور ان کی قسم کھاکے ان کی شان محبوبی کا اظہار فرمایا اور کہیں مقسم علیہ نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو بنایا، کہیں صراحت کے ساتھ آپ ﷺ کی قسم کھائی اور کہیں اشارہ کردیا۔ مقالہ میں ہم ان تیرہ مقامات کا تذکرہ کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے ہیں جہاں قسم کھاکے نبی رحمت ﷺ کے علو مراتب، حسن بے مثال، رسالت عدیم النظیر اور رفیع شان سے آگاہ فرمایا گیا۔ان قسموں کی عصری اہمیت و معنویت پر غور کرنے سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں :

۱) دین اسلام کا مرکزی محور رسالت مآب ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے۔قرآن مجید کی بہت سی آیات اس مفہوم کو واضح کرتیں ہیں جیسے

من يطع الرسول فقد اطاع الله(٦٥) قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله (٦٦)

ان آیاتِ قسم سے بارگاہِ رسالت سے وابستگی کی اہمیت واضح ہوتی ہے جس کی عصر حاضر میں شدید ضرورت ہے۔

۲) محبت کے بغیر اتباع مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے ان آیات قسم سے محبت کے تقاضوں کو مزید جلا ملتی ہے۔

۳) امت مسلمہ جب بھی زوال کا شکار ہوئی ہے تو وہ عشق مصطفیٰ کے سہارے سے ہی اٹھ سکی ہے۔دور حاضر میں اس سہارے کی از بس ضرورت ہے۔ مقالہ ھذا اس حوالے سے ایک کوشش ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت ﷺ کی ذات و صفات کی قسمیں کھائی ہیں تو ہمیں بھی اپنی محبتوں کا قبلہ انہیں کو بنانا چاہیے۔

۴) عصر حاضر میں نسبتِ رسالت سے ہماری کمزوری کو استحکام میں بدلنے کی از بس ضرورت ہے۔ مقالہ ھذا اسی حوالے سے ایک مبارک سعی ہے۔

۵) اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے تعلق کو مضبوط بنانے کے حوالے سے تیز تر کاوشیں بروئے کار لائی جائیں۔اور ہر شخص اپنے دائرہ میں رہتے ہوئے سعی بلیغ سرانجام دے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) یٰسین (۳۶) : ۸۲

(۲) ص ۳۸: ۸۵

(۳) ص ۷۲: ۳۸

(۴) التین ۹۵ : ۴

(۵) الانبیاء ۲۱: ۱۰۷

(۶) الانشراح ۹۴ : ۴

(۷) الاحزاب ۳۳: ۴۶

(۸) الکوثر ۱۰۸: ۱

(۹) الضحیٰ ۹۳ : ۳

(۱۰) الاسراء ۱۷:۱

(۱۱) الانفال ۸:۱۷

(۱۲) النساء ۴: ۱۸۴

(۱۳) الاحزب ۴۰: ۳۳

(۱۴) الحجر ۷۲: ۱۵

(۱۵) القرطبیؒ، محمد بن احمد بن ابی بکر، م ۶۷۱ھ، الجامع لأحکام القرآن، المکتبۃ الحقانیۃ، کوئٹہ، ۱۹۹۷ء، ج ۱۰، ص ۳۷

(۱۶) الرازی، محمد بن عمر، فخر الدین، م ۶۰۴ھ، مفاتیح الغیب، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۰ء، ج ۱۹، ص ۲۰۷

(۱۷) السیوطی، عبدالرحمٰن، جلال الدین، امام، م ۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القران، منشورات رضی، ایران، ج ۴، ص ۵۵

(۱۸) قرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، ج ۱۰، ص ۳۶

(۱۹) النساء ۴: ۶۵

(۲۰) الزمخشری، محمود بن عمر، جار اللہ، م ۵۲۸ھ، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الأقاویل فی وجوہ التأویل، نشر البلاغہ، ایران، ۱۴۱۳ھ، ج ۱، ص ۵۲۸)

(۲۱) سامی عطا حسن، أسلوب القسم الظاهر في القرآن الكريم، جامعۃ آل البیت، المفرق المملکۃ الأردنیۃ الہاشم، ۱/۱۷

(۲۲) ایضاً، ص ۱۸

(۲۳) الحجر ۱۵: ۹۲

(۲۴) مریم ۱۹: ۶۸

(۲۵) البیضاوی، عبداللہ بن عمر، م ۶۸۵ھ، انوار التنزیل و اسرار التاویل، دار فراس للنشر والتوضیع، سن ندارد، ص ۴۰۹

(۲۶) البقرۃ ۲: ۳۰

(۲۷) یسین ۳۶: ۳، ۲، ۱

(۲۸) قرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، ج ۱۵، ص ۹

(۲۹) ایضاً

(۳۰) الآلوسی، محمود ابن عبداللہ، شہاب الدین، م ۱۲۷۰ھ، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، مکتبہ امدادیہ، ملتان، س ن، ج ۲/۱۲، س ۶۳

(۳۱) پیر محمد کرم شاہ الازہری، م ۱۹۹۸ء، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۳۹۹ھ، ج ۴، ص ۱۶۷

(۳۲) النجم ۵۳: ۱-۱۸

(۳۳) قرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، ج ۱۷، ص ۷۳-۷۴

(۳۴) پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ج ۵، ص ۱۰

(۳۵) الرازی، محمد بن عمر، فخر الدین، مفاتیح الغیب، ج ۲۸، ص ۳۸۴

(۳۶) ضیاء القرآن، ج۵، ص۱۵

(۳۷) القلم ۶۸: ۱-۴

(۳۸) ابن کثیر، إسماعیل بن عمر، حافظ، م۷۷۴ھ، تفسیر القرآن العظیم، جمیعۃ احیاء التراث الاسلامی، الکویت، ۱۹۹۲ء، ج۴، ص۴۲۴

(۳۹) ضیاء القرآن، ج۵، ص۳۳۰

(۴۰) الرازی، محمد بن عمر، فخر الدین، مفاتیح الغیب، ج۳۰، ص۷۹

(۴۱) ضیاء القرآن، ج۳۳۱، ۵

(۴۲) علامہ، محمد اقبال، ڈاکٹر، م۱۹۳۸ء، بال جبریل، (نظم ذوق و شوق)، اقبال اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص۱۱۶

(۴۳) الحاقۃ ۶۹: ۳۸-۴۳

(۴۴) پانی پتی، محمد ثناء اللہ، قاضی، م۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، س ن، ج۱۰، ص۵۶-۵۷

(۴۵) قرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، ج۱۸، ص۲۳۹

(۴۶) التکویر ۸۱: ۱۵-۲۵

(۴۷) ضیاء القرآن، ج۵، ص۵۰۴

(۴۸) ایضا، ص۵۰۵

(۴۹) الانشقاق ۸۴: ۱۶-۱۸

(۵۰) بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، م۲۵۶ھ، الجامع الصحیح، دار الفکر بیروت، ۲۰۰۵ء، ص۱۲۶۶

(۵۱) الرازی، محمد بن عمر، فخر الدین، مفاتیح الغیب، ج۳۱، ص۱۱۱

(۵۲) قرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، ج۱۹، ص۲۴۳

(۵۳) آلوسی، محمود ابن عبد اللہ، شہاب الدین، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، ج۱۵، ص۹۵

(۵۴) البلد ۹۰: ۱-۳

(۵۵) قرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، ج۲۰، ص۵۴

(۵۶) الرازی، محمد بن عمر، فخر الدین، مفاتیح الغیب، ج۳۱، ص۱۸۰

(۵۷) البیضاوی، عبد اللہ بن عمر، م۶۸۵ھ، انوار التنزیل و اسرار التاویل، دار فراس للنشر والتوضیع، سن ندارد ص۷۹۹

(۵۸) الضحیٰ ۹۳: ۱-۵

(۵۹) السیوطی، الاتقان فی علوم القران، ج۴، ص۵۹

(۶۰) الرازی، محمد بن عمر، فخر الدین، مفاتیح الغیب، ج۳۱، ص۲۰۸

(۶۱) قرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، ج۲۰، ص۸۲

(۶۲) المراغی، احمد مصطفیٰ، م۱۳۷۲ھ، تفسیر المراغی، دار الفکر بیروت، ۲۰۰۱ء، ج۱۰، ص۳۴۵

(۶۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ۱۲۳۹ھ، تفسیر فتح العزیز مکتبہ حقانیہ، کوئٹہ، س ن، ج ۳، ص ۲۱۷

(۶۴) ضیاء القرآن، ج ۵، ص ۵۸۶

(۶۵) النساء (۴) : ۸۰ (جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی)

(۶۶) آل عمران (۳) : ۳۱ (اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت فرمائے گا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆